شام۔ امن سے جنگ تک

تبصرہ نگار: ندیم اُمل

(ادب)

سنڈے میگزین، یکم ستمبر، بروز اتوار، 2019

محترمہ سلمٰی اعوان ایک ایسی قلمکار ہیں جن کے بارے میں بر ملا کہا سکتا ہے کہ عہد حاضر کا ادب انکے دم قدم سے قائم ہے، ناول سے افسانہ نگار اور پھر معرکہ خیز سفر ناموں کے ایک لامتناہی سلسلے کیساتھ ساتھ قومی سیاست کے پس منظر میں کالم نگاری اسکے ساتھ علم وادب پر انکے تحقیقی مضامین یہ ایک ایسا جان جوکھم کا کام ہے جس کی توقع ایک صنف نازک سے نہیں کی جا سکتی مگر سلمٰی اعوان صاحبہ نے یہ کرشمہ کر دکھایا، مگر ان کے صرف سفر ناموں کی فہرست ہی دیکھ لی جائے تو اس پر انہیں سیاحت کا عالمی ایوارڈ الگ سے ملنا چاہیے جیسا کہ بچپن میں ہی انکے اندر جستجو اور کھوج لگانے کا جذبہ تھا اور تحقیق میں اتنی مشتاق کہ بچپن ہی میں بقول انکے وہ دلیپ کمار، نرگس اور کامنی کوشل کے بارے میں بہت کچھ جانتی تھیں، کھوج، تحقیق اور جستجو کے اسی جذبے سے انہوں نے ملکوں ملکوں سفر اور وہاں کے کلچر، ثقافت، طرز زندگی اور تہذیب و تمدن کے بارے میں اپنے پڑھنے والوں تک ایسی معلومات پہنچائیں کہ ان کا ہر سفر مانہ سیاحت کی جسجتو اور اس بارے میں لکھنے والوں کے لیے ایک ریفرنس بک بن گیا، اپنے وطن کے سیاحتی مقامات کے علاوہ خاص طور پر روس، عراق، استنبول، سیلون اور اٹلی کے بارے میں جو مشاہداتی میٹریل اپنے قارئین تک پہنچایا ان کا ذکر تو پھر کبھی سہی مگر انکا تازہ ترین سفر نامہ "شام امن سے جنگ تک" پڑھ کر احساس ہوتا ہے کہ وہ اسلامی دنیا کے لوگوں پر آنے والے مصائب اور ان کو درپیش مشکلات پر کس قدر گہری نظر رکھتی ہیں۔

بقول سلمٰی اعوان کے جب کوئی سہیلی سکھی انکے ہمراہ شام کے سفر پر جانے آمادہ نہ ہوئیں تو وہ ایران، عراق اور شام جانے والے ایک کارواں کے ساتھ ہولیں، گو اس کتاب میں عراق اور ایران کی تہذیب اور انکے باشندوں کے بارے میں بہت کچھ موجود ہے مگر خاص طور پر شام کے مسلمانوں پر آنیوالی افتاد اور صہیونی قوتوں کی طرف سے شام کیخالف ہونیوالی شازشوں کے بارے میں انہوں نے سفر نامے میں جو مشاہداتی معلومات بہم پہنچائی ہیں اس پر یقیناً وہ داد و تحسین کی مستحق ہیں، انکا شام کے بارے میں سفر نامہ ایسے وقت میں آیا ہے جب شام کے ساتھ ساتھ مقبوضہ کشمیر کا بھی چہرہ خون آلود ہے اور یہاں بھی ظلم کی شام ہو چکی، وہی صہیونی قوتیں جو شام پر مظالم ڈھا رہی ہیں وہی صہیونی طاقتیں بھارت کے ساتھ مل کر اب مقبوضہ کشمیر میں بھی ویسا ہی آگ اور خون کا کھیل کھیلنے جا رہی ہیں۔

خاص طور پر کتاب کا باب دوئم جسکا عنوان "زینبیہ" ہے، اس میں حضرت بی بی زینبؓ کے روضہ مبارک پر حاضری کے حوالے سے انہوں نے جو تاثرات قلمبند کیے ہیں وہ یقیناً ایک مسلمان کے دل پر گہرا اثر کرتے ہیں، ایک جگہ پر وہ یوں رقم طراز ہیں:

”حضرت زینبؓ عفت و عصمت کی تصویر، صبر و رضا کا پیکر خاتونِ جنتؓ کی لخت جگر، علی مرتضیٰؓ کی آنکھوں کا نور زینبؓ نام آقائےؐ دوجہاں کا عطا کردہ تھا، بچپن بڑا محرومیوں والا تھا، پہلے نانا اور بعد میں ماں جیسی ہستی نے جدائی کا غم دے دیا، شادی عبداللہؓ ابن جعفرؓ سے ہوئی جو عم زاد تھے، کربلا میں مردانہ وار کردار ادا کیا، بھائیوں کے ساتھ بھنوں کی شہادت کو صبر و استقامت سے برداشت کیا، جب یزید کے دربار میں لائی گئیں تو غم کا کوہ گراں دل پر اٹھائے عزم و حوصلے کی تصویر بنی آئی تھیں، خطاب ایسا کہ آہنی حوصلہ رکھنے والا بھی کانپ اٹھے مگر سوال یہ ہے کہ ہم کیسے مسلمان ہیں کہ ان کی زندگیوں سے کوئی سبق نہیں لیتے، وہ جگہیں جن کی ایک ایک اینٹ باعث صد احترام ہو انہی پر فرقہ واریت کے جھگڑے، انہی پر گولہ بارود کی بارش“۔

اس کتاب کے باب 38 میں شامی نثراد لکھاری مریم المرسی جنہوں نے ہمیشہ خواتین کے حق میں قلم اٹھایا جس میں انکی شام پر یہودیوں کے مظالم کے حوالے سے دلگداز نظمیں بھی شامل کی گئی ہیں اس کا ایک نمونہ ملاحظہ ہو!

شام تو میرے لئے خون رستے زخم جیسا ہے
یہ میری ماں ہے جو بستر مرگ پر ہے
یہ میرا وہ دودھ ہے جسکا گلہ کٹ گیا ہے
یہ میرا ڈراؤنا خواب ہے لیکن یہ میری امید ہے
میری نیند میری بیداری سبھی اسی کے ساتھ ہیں

قابل ذکر بات یہ ہے کہ اس سفر نامے میں سلمیٰ اعوان صاحبہ نے شام کے جو حالات بیان کئے ہیں ان میں اور مقبوضہ کشمیر کے موجودہ حالات میں بڑی مماثلت پائی جاتی ہے، ایسا لگتا ہے کہ مودی کے مقبوضہ وادی پر مظالم کی داستان پڑھ رہے ہیں۔

بہر کیف! سلمیٰ اعوان صاحبہ کا یہ سفر نامہ جہاں تین ممالک کے شہروں کی تہذیب اور کلچر کی عکاسی کرنا ہے وہاں صیہونی قوتوں کے مسلمانوں پر مظالم کیخلاف ایک آواز اور ایک پکار بھی ہے، فاضل مصنفہ اپنی اس تخلیق پر مبارکباد کی مستحق ہیں جس کا ٹائٹل خالد رشید کی کاوش ہے۔

☆☆☆

شام امن سے جنگ تک

تبصرہ نگار: بلقیس ریاض

سلمٰی اعوان سے میری دوستی چالیس سال پہ محیط ہے۔ بطور لکھاری گاہے ساتھ رہا۔ اس کے ساتھ ذہنی ہم آہنگی اور یکساں اقدار پر یقین اور عمل کرنے کے حوالے سے دوستی کرنے پر حق بجانب ہوں۔ اس کا سفر نامہ "شام........امن سے جنگ تک" بہت خوبصورت سفر نامہ ہے۔ سلمٰی اپنے سفر نامے میں لکھتی ہے "میں شام جانا چاہتی تھی مگر وہاں کے حالات بڑے ناگفتہ تھے۔ جس جس سے بات کی اُس نے ستھرا کر جواب دیا "اے کیا باؤلی ہوگئی ہو دیکھے بھالے مکھی نہیں نگلی جاتی اور نہ ہی موت کو گلے لگایا جاتا ہے"۔ اب زیادتی کارواں کا ساتھ ہی غنیمت لگا جو عراق جا رہا تھا مگر شام اور ایران بھی شامل تھے۔ گویا ایک ٹکٹ میں دو نہیں تین مزے پندرہ دن شام کو جی بھر کر دیکھا اور لطف اٹھایا اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس خاتون نے شام پہنچ کر اپنے گروپ کو بھی بلائے طاق رکھا.......... کبھی کبھی ان کا ساتھ دیا اور زیادہ تر تنہا مردانہ وار ہر جگہ کی زیارتیں اور میوزیم دیکھتی رہی۔ میرے خیال سے مرد حضرات اتنی جرأت مندی کا مظاہرہ نہیں کرتے، بس چیدہ چیدہ جو دیکھا وہ لکھ دیا۔ قافلے کے مرد ایک طرف اور سلمٰی ان پر بھاری ثابت ہوئی۔ مگر یہ خاتون شام کے شہر دمشق میں اکیلی ٹیکسیوں میں پھرتی رہی۔ بڑی بہادری کا مظاہرہ کیا....... مگر دل کے معاملے میں نہایت ہی نرم واقع ہوئی ہے....... دمشق کے حالات دیکھ کر اس کی آنکھیں اشکبار ہو جاتی ہیں۔

میں سوچ رہی تھی کہ تنہا سفر کرنے والی سلمٰی کس طرح شام کے ملک جائے گی اور اس شہر دمشق میں پڑاؤ ڈالے گی، بڑا ہی کٹھن مسئلہ تھا۔ مگر ان باتوں کا اظہار ایک عورت سے کس طرح ہوگا....... مگر اس نے جرأت مندی سے مظاہرہ کرتے ہوئے ان باتوں کا خیال رکھا بلکہ اچھے انداز میں بیان بھی کر دیا۔ واقعات، تجربات اور احساسات کے بہت سے پہلو ایسے ہوتے ہیں جس پر ایک نظر نہیں پڑتی لیکن سلمٰی کی نظر ان کی تہ تک پہنچ کر معمولی واقعات کو غیر معمولی بنا دیتی ہے۔ میری بد نصیبی یہی ہے کہ کافی سال اس کی تحریروں سے غافل رہی۔ وہ اپنی سفر نامے میں کبھی کبھی پنجابی کا لفظ استعمال کرنے سے اس کی تحریر کا مزہ دوگنا ہو جاتا ہے۔

کچھ روز پہلے اس نے اپنا سفر نامہ "شام.....امن سے جنگ تک" دیا تو اس کا سفر نامہ پڑھ فضا میں گم ہوگئی۔ اس کی خوب صورت تحریر کے جادو نے اپنی گرفت میں لے لیا ہے۔ خصوصا اس کا "لکھا" ہوا سفر نامہ پڑھ کر کر کوئی ایسا شخص نہیں ہوگا جو داد نہ دے۔ شامی لوگوں کے بارے میں لکھتی ہے "شام دراصل ایک کلنٹ اور فیوڈل سوسائٹی جیسی ملی جلی صفات رکھنے والا ملک ہے۔ کلنٹ یقیناً سمجھتی ہوں میری مراد ایسے لوگوں سے ہے جو کسی زبردست کسی طاقتور کسی بااثر کے زیر سایہ رہنا پسند

کرتے ہیں۔ شامی لوگ ایسے ہی ہیں۔"آدھے تیتر آدھے بٹیر، تھوڑے مہذب تھوڑے گنوار۔ کچھ ماڈرن کچھ روایتوں میں جکڑے مگر نہ کوئی بات تو نہیں لگ بھگ نصف صدی ہونے کو آئی ہے ان باپ بیٹے کے چنگل میں ہی پھنسے ہوئے ہیں"۔

سلمیٰ ایک جہان دیدہ خاتون ہے جس نے عورت ہونے کے باوجود یہ پرواہ نہ کی۔ اپنے ضمیر اور اندرونی کیفیاتی کو بلا کم و کاست بیرونی دنیا کو آگاہ کر دیا۔ اس کی تحریر پر قدم قدم پر پیار کرتا ہوا انسان دکھائی دیتا ہے۔ وہ اپنی خواتین کے ورزو شب سے خوش نظر نہیں آتی اس لیے ان کو ہمت دلاتی ہے۔ میرے خیال میں وہ خواتین کی جرأت ہمت کا نشان ہے۔

یہ کہنا بے جا نہ ہو گا کہ ہر قسم کی ہمت اور دلیری کے باوجود سلمیٰ ایک فقیر عورت ہے۔ میں یہ پڑھ کر حیران رہ گئی کوئی ایسے بزرگ کا مزار نہ تھا جہاں سلمیٰ نے حاضری نہ دی ہو اور نفل نہ پڑھے ہوں۔ اس کے سفر نامے میں منظر کشی بہت عمدہ ہے وہ لکھتی ہے۔"پل بھر کے لیے رک کر میں نے گردو پیش کو دیکھا۔ ایک گہری لمبی سانس بھر کر میں نے کہا تھا۔ نظروں کی اس حسن و جاذبیت کو اپنے اندر اتارتی میں صدیوں پرانے درخت کی جھالروں سے آنکھ مٹکا کرتی پھڑ پھڑاتے کبوتروں کی اڑانیں دیکھتی ہوں جو آسمان کی بلندیوں سے اترتے شگفتہ کالموں پر تھوڑی دیر بیٹھتے اور پھر اڑانیں بھرنے لگتے۔ آسمان کا سینہ کیسے بھرا بھرا نظر آرہا ہے۔ رشوت کے بارے میں لکھتی ہے۔ رشوت اس ملک کی ہڈیوں گوڈوں میں اتر گئی ہے۔ شام سوشلسٹ ملک ہے۔ بس نعرہ اور ڈھنڈورہ ہی کافی ہے۔ میں نے لمبی سانس بھرتے ہوئے خود سے کہا تھا ہائے یہی سب کچھ میرے ملک میں بھی ہو رہا ہے۔ ایک جیسے المیے کہیں روشنی نہیں۔

☆☆☆

شام امن سے جنگ تک

تبصرہ نگار: ڈاکٹر قمر عباس

جنگ سنڈے میگزین، 24 نومبر بروز، اتوار، 2019

ایک تہذیب اور تاریخ سے آراستہ و پیراستہ سرزمین، جسے دُنیا شام کے نام سے جانتی ہے، قابلِ افسوس طور پر آج قتل و غارت، بربریت اور خاک و خون کے تذکروں سے پُر ہے۔ اس سرزمین پر 2011 سے جس خوں آشامی کا آغاز ہوا تھا، وہ ایک محتاط اندازے کے مطابق پونے چار لاکھ زندگیوں کے چراغ گُل کر چکی ہے۔ دمشق، اپنی قدامت، جدّت اور حسنِ تعمیر کے حوالے سے آج بھی دنیا بھر کے سیّاحوں کو اپنی طرف متوجّہ رکھتا ہے۔ انبیاءؑ، آئمہؑ اور اولیاءؒ کی یہ سرزمین ہر دَور میں اسلامی تہذیب و تمدّن اور تاریخ سے جُڑے افراد کے لیے بے پناہ کشش کی حامل رہی ہے۔ سفر، دراصل نئی دُنیاؤں کو دریافت کرنے کا نام ہے اور آج کل بے شمار افراد سفر سے پر "سفر نامہ" تحریر کرنے کی "مشقت" بھی انجام دیتے ہیں۔ مگر بہت کم سفر نامے ایسے ہوتے ہیں، جو پڑھنے والوں کو بھی اُن ہی منظر ناموں میں لے جائیں کہ جہاں سفر نامہ نگار موجود رہا۔ سلمٰی اعوان کا شمار ایسے ہی افراد میں ہی ہوتا ہے، جو سفر کو تاریخ بنانے میں مہارت رکھتے ہیں۔ اور اگر سفر کسی تاریخی مقام کا ہو تو کہنا ہی کیا۔ بہر کیف، "شام۔ امن سے جنگ تک" ایک ایسا سفر نامہ ہے کہ جسے پڑھ کر ایک قدیم مُلک کی تہذیب، تاریخ، سماج اور عصری حالات کی صحیح تصویر زبان کے چٹخارے کے ساتھ قارئین کو اپنی گرفت میں لیے رہتی ہے۔ مصنفہ کا تخلیق سے رشتہ بہت مضبوط ہے، جس کا اندازہ اُن کے ناولز، افسانوں اور سفر ناموں کو دیکھ کر لگایا جا سکتا ہے جن کی تعداد اب پچیس سے تجاوز کر چکی ہے۔ کتاب دیدہ زیب انداز میں شائع کی گئی ہے اور اس کا انتساب شام کے تاریخی شہروں کی قدیم تہذیبِ عالی اور اب اُنکی خستہ حالی و پامالی کے نام ہے۔